مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

عالم اسلام کی ابتر صورتحال

ع شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

پھر بھی ہمیں یہ گلہ ہے کہ ہم غالب نہیں:

گذشتہ ہفتہ عالمی خبروں میں ایک دل دہلانے والی اور خون کے آنسو رلانے والی خبر ہم سب کی نظروں سے گذری، یہ الگ بات ہے کہ ہم میں سے اکثر اس کو پڑھ کر غالباً آگے بڑھ گئے، لیکن اس میں مجھ جیسے دسیوں طالب علموں کے لیے عالم اسلام کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات کے پس منظر میں اٹھنے والے اس سوال کا جواب تھا کہ حق پر ہونے کے باوجود ہم اہلِ اسلام اس قدر مغلوب اور مظلوم کیوں ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آرہی ہے؟ خبر یہ تھی کہ لبنان، شام اور مصر وغیرہ جا کر دادِعیش دینے والے عرب نوجوان وہاں کے غیر موزوں سیاحتی حالات کی وجہ سے آج کل برطانیہ کا رخ کر رہے ہیں، وہاں ان کی عیاشی، شراب وکباب اور موج مستی میں روزانہ خرچ ہونے والی فضول خرچی واسراف کا اندازہ آپ صرف اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنے استعمال میں رکھنے والی رولکس اور ڈیلکس کاروں کا یومیہ صرف کرایہ ہی ۱۹ ہزار ڈالر یعنی بارہ لاکھ روپئے روزانہ ادا کر رہے ہیں، کچھ ہی دنوں پہلے متحدہ عرب امارات سے بھی ایک خبر آئی تھی کہ وہاں ایک نئے اٹلانٹک نامی ہوٹل کے افتتاح کے موقع پر آتش بازی پر سمندر میں موجود ۲۲۶ کشتیوں کے ذریعہ ڈیڑھ سو ملین یعنی پندرہ کروڑ روپئے چند گھنٹے میں پھونک دیئے گئے، اس فضول خرچی کے نظارہ کے لیے فلم انڈسٹریز سے وابستہ دو ہزار لوگوں کو مدعو کر کے ان پر دو سو ملین یعنی بیس کروڑ روپئے خرچ کئے گئے اور خود اس ہوٹل کی تعمیر پر پچھتر ارب روپئے کی لاگت آئی۔

ان ہی اخبارات میں دوسری طرف یہ بھی تشویشناک اور نیند اڑانے والی خبر تھی کہ شام سے لبنان، ترکی اور اردن وغیرہ ہجرت کر کے جانے والے اور وہاں کیمپوں میں مقیم پندرہ لاکھ سے زائد پناہ گزینوں میں سے بیشتر لوگ ایک ایک لقمہ کے لیے ترس رہے ہیں، دمشق کے جنوب میں واقع یرموک کیمپ میں نوّے دن کے مسلسل محاصرہ کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں نے وہاں جامع مسجد کے ایک امام کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے اپنی بھوک مٹانے اور جان بچانے کیلئے کتے، بلیوں اور مردہ جانوروں تک کو کھانا شروع کر دیا ہے نوزائیدہ معصوم بچوں کی بڑی تعداد اپنی بھوک وفاقہ کش ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ کے نہ ہونے کی وجہ سے بلک بلک کر جان دے رہے

ہیں، برما کے مظلوم مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر ہوکر آسمان کی چھتوں تلے بے سہارا پڑے ہوئے ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں ،غزہ کے فلسطینی مظلومین ظالم مصری فوجوں کی طرف سے سرحدوں اور سرنگوں کے اچانک بند کئے جانے کی وجہ سے غلوں سے محروم ہوگئے ہیں اور ہر طرف سے محصور ہونے کی وجہ سے ایک وقت کا چولہا جلنا بھی ان کے یہاں ممکن نہیں ہے۔

سوال عذاب کے ٹلنے کا نہیں بڑے عذاب کے نہ آنے کا ہونا چاہیے:

عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کے موجودہ حالات کو ہم جب سامنے رکھتے ہیں اوروہاں کے شہزادوں اور خوش حال ومتمول طبقہ کی عیاشی وفضول خرچی ،اسلام دشمنوں سے ذاتی مفادات اوراپنے اقتدار کے تحفظ کے خاطر مسلم وعرب حکمرانوں کی اسلام دشمنوں سے سازباز،اسلام پسندوں سے ان کی نفرت ووحشت اور عامۃ المسلمین پر انسانیت سوز مظالم پر ان کی مجرمانہ خاموشی وغیرہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگتی کہ اب روایتی مسلمانوں سے ملت کی قیادت چھین کرکسی اور کے حوالہ کی جانے والی ہے اور غالباً قیادت کے اس خلا کو مغرب کے حمیت پسند نومسلموں یا پھر مشرق بعید وبرصغیر کے غیرت مند مسلمانوں سے پر کیا جانے والا ہے، اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ ہم جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس میں موجود متمول اور خوشحال طبقہ کو اپنے فسق وفجور میں آگے بڑھنے کی چھوٹ دے دیتے ہیں ،پھر ہمارا وعدہ پورا ہوتا ہے اور ہم پوری قوم کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں (وإذا اردنا أن نهلك قرية امرنامترفيهافسقوا فيها فحق عليها القول فدمّرناها تدميرا) ،آج ملت اسلامیہ میں عوام میں تو بڑھتی دینداری،ودین پسندی لیکن اس کے برخلاف خواص وحکمرانوں اور سرمایہ داروں میں اسلام کے مقابلہ میں ذاتی مفادات کی ترجیح کے بڑھتے رجحان کو دیکھتے ہوئے صاف نظر آرہا ہے کہ اللہ تعالی کا یہ وعدہ جلد ہی پورا ہونے والا ہے۔

عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کی موجودہ صورت حال و اخلاقی انارکی کے اس پس منظر میں اب ہمارا سوال یہ ہونا چاہیے کہ حالات کے اس قدر دگرگوں ہونے اور پانی سر سے اونچا ہونے کے باوجود ہم کیسے بچے ہوئے ہیں اور ہم پر وعدہ خداوندی کے مطابق عذاب کیوں نہیں آرہا ہے ،اس کی بھی وجہ سن لیجئے، رحمت عالم ﷺ نے رورو کر اپنی امت اور ہمارے حق میں التجا کی تھی کہ اے رحیم وکریم آقا:۔پچھلی امتوں کی طرح میری امت کو اس کی نافرمانی واخلاقی انارکی کی وجہ سے اجتماعی طور پر ہلاک نہ فرما،اللہ رب العزت نے اپنی غیر معمولی رحمت ورافت کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا،اگر رحمت خداوندی کا یہ مظہر وعدہ خداوندی کی شکل میں نہ ہوتا تو ہم کب کے ہلاک کردیئے جاتے اور ہماری جگہ دعوتی فرض منصبی کی ادائیگی کے لیے دوسری قوم آگئی ہوتی۔

لیکن حالات سے مایوس ہونے کی بھی ضرورت نہیں:

مسلمان عالمی سطح پر اس وقت جن حالات سے دوچار ہیں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں اس طرح کے حالات نہیں آئے، مشرق سے مغرب تک مسلمان بڑی کسمپرسی کی حالت میں ہیں، روزانہ کے اخبارات میں خبروں کا دوتہائی حصہ فلسطین/شام/افغانستان/مصر/برما/بنگلہ دیش/ترکی/تیونس/یمن اور لیبیا وغیرہ کے مسلمانوں کی مظلومیت کی خبروں سے بھرا رہتا ہے، پوری دنیا سے اوسطاً ۵۰۰ مسلمانوں کی روز شہادت کی خبریں آرہی ہیں، خود مسلمانوں کے آپسی انتشار واختلاف، خانہ جنگی اور ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہونے اور اس کے نتیجہ میں بہنے والے خون خرابے اور پوری دنیا کے سامنے ملت اسلامیہ کے تماشہ بننے کی خبروں سے ایک عام مؤمن کا دل بھی بیٹھ جاتا ہے، لیکن ہمیں ان حالات سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اس سے دس گنا بُرے اور خراب حالات کا ہماری ملت سامنا کرچکی ہے اور ہر بار وہ اپنی خوداعتمادی اور بصیرت دینی وفراست ایمانی سے اس کا کامیاب مقابلہ بھی کرچکی ہے، آپ کو یہ یاد ہوگا کہ ہمارے آپسی انتشار اور خانہ جنگی کی انتہا اس وقت ہوگئی تھی جب اس کی زد میں خانہ کعبہ جیسا مرکز اسلام بھی آگیا تھا، ۶۴ھ میں خود مسلمانوں کی طرف سے کعبۃ اللہ کے غلاف کو جلایا گیا، اس کی چھت کو گرایا گیا، اس پر سنگ باری کی گئی اور اس کا اس طرح محاصرہ کیا گیا کہ کئی دنوں تک اس کے طواف سے مسلمان محروم رہے، جنگ جمل ۳۶ھ میں حضرت علیؓ وحضرت عائشہؓ کے درمیان غلط فہمیوں کی بناء پر خود مسلمانوں میں سے دس ہزار سے زائد صحابہ کرام وتابعین عظام شہید ہوئے، حضرت عائشہؓ کی طرف سے لڑنے والے تیس ہزار مسلمانوں میں سے نو ہزار اور حضرت علیؓ کی طرف سے لڑنے والے بیس ہزار مسلمانوں میں سے ایک ہزار ستر مسلمان کام آئے، یہ سب یہودی منافق عبداللہ بن سبا کی طرف سے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی ایک کامیاب ومنصوبہ بند سازش تھی جس کا بعد میں فریقین کو احساس بھی ہوگیا، اس کے بعد جنگ صفین میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان بھی موجودہ عراق میں کوفہ کے جنوب میں ایک شدید جنگ ۳۷ھ میں ہوئی، ۶۳ھ میں اسی طرح کی مسلمانوں کی ایک اور آپسی خانہ جنگی میں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا جس میں تین سو شرفاء قریش وانصار کے علاوہ ایک ہزار مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور مسجد نبوی بھی کئی دنوں تک نمازیوں سے محروم رہی، خود نبی اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ نے جن حالات کا سامنا کیا اس طرح کے حالات کا آج ہم تصور بھی نہیں کرسکتے، ایک طرف جھوٹے مدعیان نبوت سامنے آئے تو دوسری طرف ایک بڑی تعداد نے زکاۃ دینے سے انکار کردیا، ایک طرف اسلامی دارالخلافہ پر حملہ کی سازش کی خبریں آئیں تو دوسری طرف مرتدین اسلام نے ناک میں دم کردیا، لیکن جس قوت ایمانی اور اولوالعزمی کے ساتھ صدیق اکبرؓ نے محض اللہ تعالی کے فضل سے اس کا کامیاب مقابلہ کیا وہ اسلامی تاریخ میں ان ہی کا حصہ تھا، ۶۵۶ھ میں تو عالم اسلام میں مسلمانوں کے

ساتھ وہ سانحہ پیش آیا جو بقول مشہور مؤرخ علامہ ابن الاثیر پوری اسلامی ہی نہیں بلکہ انسانی تاریخ میں بھی پیش نہیں آیا ،اسلامی دارالخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی اور اٹھارہ لاکھ مسلمان بیک وقت صرف بغداد میں شہید کردیئے گئے ،ان کی لاشوں کی بدبو سینکڑوں میل دور ملک شام میں دمشق تک پھیل گئی۔

جہاں مسلمان مغلوب ہوئے وہاں اسلام غالب آیا:

لیکن ان سب واقعات کا آپ تجزیہ کریں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ ایک طرف مسلمان مغلوب ہوئے تو دوسری طرف اسلام غالب آیا ،مشرق میں مسلمانوں کی مظلومیت نے مغرب میں اسلام کو اپنی تاثیر دکھانے کا موقع دیا،تاتاریوں نے مسلمانوں کو زیر کیا تو اسلام نے تاتاریوں کو اپنا اسیر بنایا اور کچھ ہی دنوں میں ظالم وسفاک تاتاری قوم خود حلقہ بگوش اسلام ہوگئی ،آج افغانستان اور چیچنیا وغیرہ میں موجود مسلم مجاہدین ان ہی نومسلم تاتاریوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں ،عہد صدیق اکبرؓ میں ان مذکورہ بالا گوناگوں مسائل کے باوجود جزیرۃ العرب کے باہر اسلام دوسری طرف اپنا دائرہ وسیع کررہا تھا ،جنگ جمل وصفین میں مسلمانوں کی خانہ جنگی کے باوجود اسی زمانہ میں اسلام ایشیاء وافریقہ سے نکل کر یوروپ وآسٹریلیا میں اپنے جھنڈے گاڑ رہا تھا، ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی پوری دنیا میں مسلمانوں کی سیاسی عمارت کی چھت بیٹھ گئی اور ایک کروڑ ستاون لاکھ مربع کلومیٹر سے مسلم ممالک کا رقبہ ۴۵ لاکھ مربع کلومیٹر میں آکر سکڑ گیا،روس ،امریکہ ،برطانیہ اور فرانس وغیرہ کی بندر بانٹ میں دوتہائی مسلم ممالک کو ہڑپ کرلیا گیا،لیکن صرف ڈیڑھ سوسال میں یہ رقبہ جو ہم سے چھین لیا گیا تھا اس سے دوسوگنا رقبہ اللہ تعالی نے ہمیں واپس دیا،نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں رقبہ میں ۲۱ فیصد کے ساتھ مسلم ممالک تین کروڑ سے زائد رقبہ کے مالک ہیں اور ۲۲۸ ممالک میں ۵۸ آزاد مسلم ممالک عالم اسلام کے پاس ہیں اور صرف گذشتہ ۳۷ سالوں میں مسلمانوں کی آبادی میں ۳۹ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے،اسی طرح ۱۱/ستمبر کے امریکی حادثہ کو لیجئے ،اس واقعہ کے حوالہ سے پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھائے گئے ،افغانستان کو تباہ وبرباد کیا گیا،عراق پر حملہ کیا گیا،ترکی کو نشانہ بنایا گیا،لیکن دوسری طرف آپ دیکھئے کہ اسی حادثہ نے یوروپ کی ایک بڑی تعداد کو اسلام کو سمجھنے پر آمادہ کیا،نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ ۱۳ سالوں میں یورپ اور امریکہ میں جتنے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور قرآن مجید کی طلب میں اضافہ ہوا اتنے پچھلے پچاس سال میں نہیں ہوا،ان سطور کو تحریر کرتے ہوئے کل ہی یعنی ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو رائٹر کی عالمی یورپی نیوز ایجنسی نے ایک ایسی خوش کن خبر نشر کی جس سے ہم جیسے کمزور ایمان والوں اور عالم اسلام کے حالات سے متاثر اور دل برداشتہ وافسردہ لوگوں کا بھی غم ہلکا ہوگیا،اس نے اکونامک ٹائمز کے حوالہ سے لکھا کہ امریکہ میں ۱۱/ستمبر کے حادثہ کے بعد صرف برطانیہ میں گذشتہ تیرہ سال میں ایک لاکھ سے زائد برطانوی بندگان خدا نے اسلام قبول کیا اور اس وقت بھی سالانہ ۵۲۰۰/لوگ صرف برطانیہ میں حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں،دوسری طرف اس نے

لکھا ہے کہ خود امریکہ میں بھی اس سے چھ گنا زیادہ لوگ اس وقت اسلام میں داخل ہورہے ہیں اوران کا سالانہ اوسط تیس ہزار سے زیادہ ہے، سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے خود اپنے عہد صدارت میں اس بات کا اعتراف کیا کہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ لاکھ سے زائد ہوگئی ہے اور ایک چوتھائی مسلمان ان میں نومسلم ہیں،غرض یہ کہ آپ نے دیکھا کہ کسی ایک جگہ مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کی گئی تو دوسری جگہ اسلام نے سر اٹھا کر اپنے وجود کا ثبوت دیا،ایک خطہ میں وہ مظلوم ہوئے تو دوسرے علاقہ میں فاتح بن کر اپنے زندہ ہونے کا اعلان کیا،مشرق وسطی کے موجودہ حالات میں بھی ہمیں یقین ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا پھر اسی طرح ظہور ہونے والا ہے اور مسلمانوں کی مغلوبیت اسلام کی غالبیت کی شکل میں سامنے آنے والی ہے۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے ،اُدھر ڈوبے ادھر نکلے

ظاھری زوال ہی اسلامی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہوا:

۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کرکے اسلام دشمن عناصر مطمئن ہوگئے کہ اب ہم نے مسلمانوں کی رہی سہی سیاسی ساکھ بھی ختم کردی اوران کی سیاسی بساط لپیٹ دی گئی، ۱۹۴۸ء میں قلب اسلام میں فلسطین پر قبضہ کرتے ہوئے اسرائیل کو وجود بخش کر مغرب نے یہ سمجھا کہ اب مسلمان سر نہیں اٹھائیں گے،پھر ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر بھی اسرائیل کا قبضہ کراکے مسلم دشمن طاقتیں اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگئیں کہ مسلم قیادت نے صہیونیت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنی آخری بے بسی کا ثبوت دیا،لیکن آپ کو یہ معلوم کرکے نہایت حیرت انگیز مسرت ہوگی کہ گذشتہ نصف صدی میں یہی تینوں عالمی واقعات مسلمانوں میں سیاسی بیداری کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئے،مسلم امت نے یہیں سے ایک نئی کروٹ لی ،خواب غفلت سے بیدار ہوئی ،تعلیم پر مسلمانوں کی ازسرنو توجہ شروع ہوئی ،اصلاحی وفکری اسلامی تحریکات کو کھل کر میدان میں آنے کا موقع ملا،نئی تعلیم یافتہ مسلم نسل کا اسلام پر ازسرنو اعتماد بحال ہوا اور اسی مدت میں ان کو یورپ ومغرب میں اسلام کے تعارف کے غیر معمولی دعوتی مواقع بھی حاصل ہوئے،۱۹۶۷ء میں قبلۂ اول پر صہیونیت کے ناجائز قبضہ کے بعد ہدایت سے محروم بندگان خدا کو اسلام کو سمجھنے میں جتنی کامیابی ملی پچھلے سو سال میں نہیں ملی ،ہمیں بصیرت وفراست کی نگاہوں سے ان ناگفتہ بہ حالات کے دعوتی تجزیہ سے یہ اطمینان بھی ہوتا ہے کہ عالم اسلام میں پائی جانے والی اس بے بسی کی کیفیت اور ملت اسلامیہ کی مظلومیت اور مسلم امت کے حق میں بظاہر اسلام دشمن طاقتوں کی منصوبہ بندکوششوں میں کامیابی سے مسلمانوں کو تو ظاہری اعتبار سے وہ نقصان پہنچانے میں کامیاب رہے لیکن اسلام کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے،اس کے انقلاب آفریں پیغام کی تاثیر کے بڑھتے قدم کو روکنے میں ان کو ذرہ برابر بھی کامیابی نہیں ملی ،لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو تو انہوں نے شہید کیا،ان سے

ان کی زمینوں کو چھینا ،ملّت کی خواتین کو بیواؤں اور معصوم نونہالوں کو یتیموں کی صف میں لاکھڑا کردیا، ناقابل یقین حدتک ان کو مالی نقصان پہنچایااور سیاسی طور پر ان کو پسپا بھی کیا، لیکن وہ اسلام کے تئیں مسلمانوں کے غیر متزلزل یقین واعتماد کی دولت کوان سے چھین نہیں سکے، دین حق سے ان کی وابستگی میں کمی نہیں کر سکے، اسلام سے نسبت پر ان کے افتخار کی دولت کو واپس نہیں لے سکے بلکہ یہی آزمائشیں ،مسائل ومصائب نہ صرف ان کو ان کے مذہب ودین سے قریب کرنے کا ذریعہ بنے بلکہ اس سے بڑھ کر معرفت خداوندی سے محروم بندگان خدا کی ایک بڑی تعداد کو اپنے مالک حقیقی کی پہچان کرانے کا بھی ذریعہ بنے ،ہالینڈ میں گستاخانہ کارٹون بنا کر وہ سمجھتے رہے کہ ہم خالق کائنات کی طرف سے حیاۃ طیبہ اور سیرت مطہرہ کی صورت میں انسانیت کے لیے دیئے گئے صاف وشفاف آئینہ کو دھندلا ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے، لیکن ان کی یہ کوشش خام خیال ثابت ہوکر اس وقت سامنے آئی جب یورپ کی تعلیم یافتہ غیر مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو حضرت محمد ﷺ کی مثالی شخصیت کے مطالعہ اور اس کو سمجھنے کی طرف اسی کارٹون کے خلاف مسلمانوں میں عالمی سطح پر برپا ہونے والے ہنگامہ نے آمادہ کیااور اس میں سے کئی لوگوں کو اسلام کی دولت بھی نصیب ہوئی ،گذشتہ دنوں فیس بک پر جب ایک بے ہودہ فلم کے ذریعہ سیرت طیبہ کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش ہوئی تو ہم نے مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کی طرف سے اسی فیس بک پر غیر مسلموں کے لیے عالمی سطح پر ایک تحریری مقابلہ کا اعلان کیااور رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات میں امن کاپیغام کے موضوع پر سب سے اچھے تین مضامین لکھنے والے غیر مسلموں کو دس لاکھ روپے کے نقد ترغیبی انعامات کا اعلان ہوا تاکہ وہ براہ راست اس بہانہ اسلام کا مطالعہ کر سکیں اور توحید ورسالت کے پیغام سے بھی روشناس ہوسکیں، اس سلسلہ میں ہم نے ان کو ویب سائٹ بنا کر اس موضوع پر توحید ورسالت اور سیرت کے موضوع پر مواد بھی فراہم کیا، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ صرف چھ ماہ میں الحمدللہ ۳۷ ملکوں سے تین ہزار سے زائد تعلیم یافتہ غیر مسلم بندگان خدا نے اس مقابلہ میں حصہ لیا اور جب مقالات موصول ہوئے تو اس میں سے کئی شرکاء نے اس دوران براہ راست اسلام کو سمجھنے کے بعد شرک وکفر سے تائب ہونے کا صاف اعلان کیا، اس نایاب وتاریخی موقع سے فائدہ اٹھا کر جنہوں نے براہ راست اسلام کو سمجھا اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ان کی تعداد تو اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔

لیکن ایک تشویشناک پہلو:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہمیں اس کا تو اندازہ ہوگیا کہ الحمدللہ مسلمانوں کے مغلوب ومظلوم بن کر عالمی نقشہ میں سامنے آنے کے باوجود اسلام غالب آرہا ہے، مسلمانوں کے ذاتی ،سیاسی اور اقتصادی نقصان کے باوجود دین حق اپنا اثر پہلے سے زیادہ دکھا رہا ہے اور اسلام کے دائرہ میں برابر وسعت پیدا ہورہی ہے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں

میں بھی دینی بیداری آرہی ہے، پہلے سے زیادہ مساجد تعمیر ہورہی ہیں، لوگ مسجدوں کا رخ کررہے ہیں، نمازیوں میں برابر اضافہ ہورہاہے، دینی اجتماعات میں پہلے سے زیادہ لوگ شریک ہورہے ہیں، حج وعمرہ کرنے والوں کی تعداد میں ہر سال حیرت انگیز اضافہ ہورہاہے، متمول وخوشحال گھرانہ کے لوگ اب یورپ جاکر اپنی فیملی کے ساتھ سیر وتفریح کے بجائے حرمین شریفین میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ حاضری کو ترجیح دے رہے ہیں، حفاظ وعلماء کی تعداد بڑھ رہی ہے ،مدارس ودینی مراکز اپنا دینی دائرہ وسیع کررہے ہیں، اسلامی تنظیمیں پہلے سے زیادہ قائم ہورہی ہیں، نئے نئے رفاہی وسماجی کاموں کے ادارے تیزی سے وجود میں آرہے ہیں اور واقعی ان اداروں سے کام بھی ہورہاہے۔ لیکن ان سب کے باوجود ایک تشویشناک پہلو یہ ہے کہ ہماری ملت میں ملی شعور ابھی ٹھیک سے بیدار نہیں ہواہے، دین سے وابستگی تو بڑھ رہی ہے لیکن دشمنوں کی چالوں کو سمجھ کر اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ نہیں ہورہاہے، اعداء اسلام کے منصوبوں کو سامنے رکھ کر بصیرت وفراست سے اس کے مقابلہ کی قوت میں ترقی نہیں ہورہی ہے، مسلمان خود تو دین پر قائم رہنا چاہتے ہیں لیکن اسلام برائے انسانیت اور اللہ تعالی کے رب المسلمین کے بجائے رب العالمین ہونے کے قرآنی وآفاقی پیغام کو عام کرنے کی ضرورت کا مکمل احساس نہیں ہورہاہے، اللہ تعالی کی زمین پر اللہ تعالی ہی کے احکام کے نفاذ، اقامت دین، خالص اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور محرمات ومنکرات سے پاک خالص دینی بنیادوں پر مالیات ،اقتصادیات اور سیاسیات وسماجیات کے اسلامی نمونوں کو انسانیت کے سامنے لانے اور بلکتی، تڑپتی، سسکتی انسانیت کے سامنے اس کا ماڈل پیش کرنے کی کوئی بڑی منصوبہ بندی نہیں ہورہی ہے، ہماری طرف سے اس کے لیے بھرپور کوشش تو درکنار اس کے لیے کی جانے والی کوششوں میں ہاتھ بٹھانے یا کم ازکم تنقید وتنقیص نہ کرکے اس کی حوصلہ شکنی کے بجائے خاموش ہی رہ کر اس کو آگے بڑھنے دینے کی بھی اپنے اندر سکت وجرأت اب باقی نہیں رہ گئی ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہالینڈ میں بننے والے گستاخانہ کارٹون پر تو عالم اسلام میں ہنگامہ برپا ہوتا ہے اور پوری ملت تڑپ اٹھتی ہے اور یقیناً یہ احتجاج محسن انسانیت ﷺ سے ہمارے والہانہ تعلق کی وجہ سے عین فطری اور مطلوب بھی تھا، لیکن اسی محسن انسانیت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے خلاف برپا کی جانے والی مغربی سازش کو مصر والجزائر میں کامیاب ہوتا دیکھ کر غیرت منداور حمیت پسند مسلمانوں کا دل تڑپ نہیں اٹھتا ہے، یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ امریکی ویورپی طاقتیں صرف اسلام پسند حکومتوں اور دینی سلطنتوں کو بدنام کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی بلکہ ان کو صہیونیت کی ناپاک اسرائیلی حکومت کے لیے خطرہ بننے والے اشتراکی حکمرانوں مثلاً عراق کے صدام حسین اور لیبیا کے معمر قذافی سے بھی اتنی ہی نفرت ہے جتنی ترکی کے طیب اردگان اور مصر کے محمد مرسی جیسے اسلام پسند قائدین سے ہے، عالم اسلام میں اس کے خلاف احتجاجات نظر نہیں آئے، حسنی مبارک کے خلاف اٹھنے والی تحریک میں اخوان کا ساتھ دینے والے آخر صرف ۵۲ فیصد

ووٹ کیوں تھے، بقیہ ۴۸ فیصد مصریوں کو اسلام سے نفرت و وحشت رکھنے والی سیاسی پارٹیوں سے محبت کیوں تھی اور ان کے حق میں انہوں نے ووٹ کیوں دیا، اخوان کی تحریک جس کی پوری قیادت خالص تعلیم یافتہ، سمجھ دار، ہوش مند، حمیت پسند ارکان پر مشتمل ہے اور جنہوں نے حسنی مبارک کو ہٹانے کے بعد بھی ایک سال تک نہایت اعتدال وتوازن کے ساتھ حکمرانی کی کوشش کی اور اپنے خالص اسلامی ایجنڈے کو حکمتاً نافذ کرنا تو دور کی بات اس کا اظہار کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا، اخوان جن سے محبت بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ایمان کی علامت اور ان سے بغض ونفرت اسلام سے نفرت کے مترادف ہے ان کی جمہوری واسلامی قیادت سے عرب حکمرانوں کو تو خطرہ محسوس ہوا اور اپنی حکومت کو بچانے کے نشہ میں بعض عرب حکمرانوں نے اسلام دشمن قابض مسیحی ویہودی حکومت سے اپنے کو وابستہ رکھ کر اخوان کی آڑ میں اسی اسلامی نظام سے بغاوت کا اعلان کیا لیکن مسلم عوام کی ایک چھوٹی سی تعداد کو چھوڑ کر باقی علمۃ المسلمین نے اس کے گھمبیر نتائج کو محسوس کرنے کے باوجود عالم اسلام وعالم عرب میں کیوں چپ سادھ لی، خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد ہمارے آباء واجداد ہی تھے جو ہم سے کم تعلیم یافتہ تھے اور بظاہر بھولے بھالے سمجھے جاتے تھے لیکن ان کی فراست وبصیرت کی داد دیجئے کہ انہوں نے اس کے مضمرات کو سمجھ کر پورے عالم اسلام کو اسی وقت سرتاپا احتجاج بنادیا، برصغیر میں خلافت تحریک اسی پس منظر میں شروع ہوئی تھی، خلافت عثمانیہ کے زوال سے بھی بڑھ کر اخوان کی آڑ میں ایک کامیاب اسلامی سلطنت کے قیام کی کامیاب کوششوں کو ناکام کرنے کی اسلام دشمنوں کی ایک فیصلہ کن کوشش مصر میں ہوئی، لیکن افسوس دشمن کی منصوبہ بندی اور اس کے خلاف ان کی اس آخری کوشش کے نتائج کے سمجھنے کے بجائے مغرب ویورپ سے زیادہ اس کی مخالفت میں خود اپنے نظر آئے، دراصل یہ اسی ملی شعور کے فقدان یا کمی کا نتیجہ تھا، جس نے کہا سچ کہا تھا گھر کے چراغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی

ملت اسلامیہ میں نظر آنے والے اس ملی احساس کے فقدان اور بے ضمیری کے محرکات اور اسباب کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو اس کا بنیادی سبب موجودہ نصاب ونظام تعلیم نظر آتا ہے، پہلے وہی لوگ مغرب سے مرعوب اور دین بیزار ہوتے تھے جو یورپ وامریکہ جاکر وہاں کے نظام تعلیم سے وابستہ رہ کر واپس آتے، اب دشمنوں نے بڑی حکمت عملی اور عیاری سے اس نظام تعلیم کو مسلم ملکوں ہی میں اس طرح رائج کردیا ہے کہ مسلمانوں کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس طرح غیر شعوری طور پر اس نظام تعلیم کی وجہ سے اپنے دین سے وابستہ رہنے کے باوجود اپنے مذہب پر خود اعتمادی کی دولت سے خاموشی سے محروم ہورہے ہیں، یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر انشاء اللہ آئندہ تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

■ ■ ■